استخفاف کی، جو ہمارے اکابرین کی عطا ہے۔ ایک مختصر شذرہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا، ورنہ میں مثالوں سے واضح کرتا کہ کتاب اللہ کی آیات کو جب قرآن کی زبان اور نظم قرآن کی روشنی میں سمجھا جائے تو کیا مفہوم سامنے آتا ہے اور اگر اسے روایات اور اقوال کے تابع کر دیا جائے تو پھر کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ تیئس سال پہلے اللہ نے کرم کیا اور میں نے اس وادی میں قدم رکھا۔ نتیجہ یہ ہے کہ پھر فہم قرآن کے باب میں کسی اور کی احتیاج نہیں رہی۔

مولانا اصلاحی ہماری اس روایت کے بھی امین تھے جب حسن کردار اور علم دین ہم رکاب ہوتے تھے۔ دولت، شہرت اور اقتدار، آج جن جن آستانوں پر جبہ و دستار نیلام ہوتے ہیں، مولانا کے نزدیک ان کی حیثیت پر کاہ سے زیادہ نہ تھی۔ ''تدبر قرآن'' مکمل ہوئی تو ایک نامور صحافی حاضر ہوئے اور کہا کہ وہ اس کی تقریب رونمائی کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں۔ رضامند نہیں ہوئے۔ کہا اس میں اگر کوئی خیر ہے تو اپنی جگہ بنائے گی۔ اگر نہیں تو رونمائی کس کام کی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے طویل رفاقت رہی جو برقرار نہ رہ سکی۔ دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ شکر رنجی کے اس دور میں ایک دوسرے کے نام خطوط لکھے۔ ان سے دونوں کا موقف معلوم ہوتا ہے۔ میرے جیسا طالب علم پڑھتا ہے تو نفس مضمون کو بھول کر حسن تحریر میں کھو جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا ایک بڑے ادیب تھے۔ بلاشبہ یہ دبستان شبلی ہی کا امتیاز ہے کہ علم و ادب ہم رکاب رہتے ہیں۔ مولانا اسی گلستان کے سر سبد تھے۔

علم و فضل کے اس زوال میں مولانا بہت یاد آتے ہیں۔ لوگ علم کے نام پر جب سنگ ریزوں کو جواہر بنا کر پیش کرتے ہیں تو اس بے توفیقی پر دل تاسف سے بھر جاتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان کے سامنے ''تدبر قرآن'' رکھوں اور یہ عرض کروں:

دست ہر نا اہل بیمارت کند
سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

—— خورشید احمد ندیم

اہل دنیا کو یہ معلوم نہیں کہ امین احسن...

ممتاز صحافی اور دانش ور ارشاد احمد حقانی مرحوم نے اپنے ایک کالم ''آہ! الطاف گوہر'' میں گوہر صاحب کی وفات کے حوالے سے لکھا تھا:

www.javedahmadghamidi.org

''آخری سے پہلی ملاقات میں جب ابھی ان کے اندر قدرے طویل گفتگو کرنے کی توانائی موجود تھی، مجھے کہنے لگے: سورۂ بقرہ کی دوسری آیت میں 'ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ' میں 'ذٰلِكَ' کے مفہوم پر میرا ذہن پوری طرح صاف نہیں تھا۔ میں نے مختلف تفاسیر دیکھیں، لیکن جو رہنمائی مجھے مولانا امین اصلاحی کی ''تدبر قرآن'' سے ملی، اس کا جواب نہیں۔''

حقانی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''تدبر قرآن'' کا مطالعہ کرنے کا مشورہ میں نے انھیں دیا تھا۔ افسوس کہ اپنی صحت کی حالت کی وجہ سے وہ قرآنی علوم کے اس خزانے سے حسب خواہش استفادہ نہ کر سکے، لیکن انھیں اس کی قدر و قیمت کا اچھی طرح احساس ہو گیا تھا۔''

(جنگ ۱۶ نومبر ۲۰۰۰)

الطاف گوہر مرحوم نے انتہائی بھرپور طویل عوامی اور سرکاری زندگی گزاری تھی۔ آپ صدر ایوب خان کے سیکرٹری انفارمیشن رہے۔ مشہور دانش ور، شاعر، ادیب، صحافی، مترجم، براڈ کاسٹر اور متجسس طالب علم تھے، دینی علوم کی طرف خاص رجحان تھا، دین پر لیکچرز دیا کرتے تھے، لیکن افسوس وہ اصل امین احسن اصلاحی سے ناواقف تھے۔ جب امین احسن کے بارے میں اخص الخواص کی بے خبری کا یہ عالم ہو تو خواص اور عوام کی ناواقفیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

علم و شعور و آگہی کی آبرو کہاں
سب مٹ گئی ہے کشمکش انقلاب میں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۹۲۵ء میں امام حمید الدین فراہی کی شاگردی میں آنے کے بعد اصلاحی صاحب کا یہ معمول رہا کہ صبح ۳ بجے بیدار ہوتے، نماز تہجد ادا کرتے اور پھر قرآن مجید پر تدبر کیا کرتے تھے...... تین برس سخت بیمار رہنے کے بعد ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کی صبح تین بجے ہی وہ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے تھے۔

صاحب ''تدبر قرآن'' ہماری قوم بلکہ بنی نوع انسان کے عظیم محسن تھے۔ لیکن پچھلے دنوں ۱۵ دسمبر آیا اور خاموشی سے گزر گیا۔ افسوس کھلاڑیوں اور اداکاروں کے سحر میں مبتلا اور سیاست دانوں کے غیر مہذب مباحثوں کی شکار اور اپنے عارضی اور ابدی مستقبل سے بے گانہ کس قدر سطح بین ہے یہ دنیا۔

قرآن کو ایصال ثواب اور حصول ثواب تک محدود کرنے والے اہل دنیا کو شاید یہ معلوم نہیں کہ قرآن کو اگر حصول ہدایت کا ذریعہ بنانا ہے تو تفسیر امین احسن ''تدبر قرآن'' پر تدبر کرنا ہوگا۔ دین کو اگر دلیل اور تہذیب کے ساتھ لوگوں کے عقل و قلب میں اتارنا ہے تو تالیف امین احسن ''دعوت دین اور اس کا طریق کار'' کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ دین کو محض ریاست کا نظام سمجھنے والے اہل ظاہر نے اگر دین کو اس کی حقیقت اور وسعت کے ساتھ سیکھنا ہے تو تحقیق امین احسن

''تزکیۂ نفس'' پر غور کرنا ہوگا۔

شاید اہل دنیا کو یہ معلوم نہیں کہ امین احسن سے ناواقفیت درحقیقت فہم اسلام کے صحیح تر راستے، نبیوں کے اک سچے جانشیں اور دنیاے علم کے ایک امام سے ناواقفیت ہے۔ امین احسن نے دینی علوم وفنون میں تحقیق وجستجو، تعلیم و تربیت، تصنیف و تالیف اور تحریر وتقریر کا کام جس جرأت و بے باکی، صبر وثبات، انا وخودداری اور لطافت ونفاست کے ساتھ کیا ہے اس کی مثال تلاش کرنا مشکل ہے۔ وہ اپنی کارکردگی میں انتہائی کامیاب رہے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بدقسمت قوم ان سے پوری طرح فائدہ اٹھانے میں تاحال ناکام ہی رہی ہے۔ وہ تو قوم کو اللہ کے کلام کے ساتھ ہم کلام کرنا چاہتے ہیں، اس کا تعلق اللہ کے ساتھ براہ راست قائم کر کے اسے غیر اللہ کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ وہ تو تقلید وجمود کی کال کوٹھری میں جکڑی ہوئی قوم کو دلیل و برہان کی روشن، وسیع اور خوش گوار رفضا میں لانا چاہتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے جب امین احسن بقید حیات تھے وہ یہ شکر و شکایت ضرور کرتے ہوں گے:

تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کہ خزاں میں مرغانِ سحرخواں مری صحبت میں ہیں خورسند
لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضا مند!

—— محمد بلال

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قیامت تو روزانہ آ رہی ہے!

۲۱ دسمبر ۲۰۱۲ کو جمعہ کے دن ایک سیارہ زمین کی سطح کے ساتھ ٹکرائے گا، جس سے انتہائی بھیانک آواز پیدا ہوگی، پھر ایسی تباہی و بربادی شروع ہوگی کہ زمین سے انسانی زندگی کا وجود ختم ہو جائے گا۔ انٹرنیٹ پر اس خبر پر مبنی Animations کو کروڑوں کی تعداد میں لوگوں نے دیکھا اور پریشانی کا اظہار کیا۔ اہل مغرب کا اعصابی تناؤ سب سے بڑھ کر رہا۔ ہالی وڈ نے اس موضوع پر خطیر سرمایے سے ایک فلم بنا ڈالی جو پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھی گئی جس کی پاکستان میں بھی نمائش ہوئی تھی اور جسے اردو میں ڈب کر کے ایک ٹی وی چینل نے بھی نشر کر دیا تھا۔ اس طرح لوگوں میں یہ بحث پوری سنجیدگی کے ساتھ چھڑ گئی کہ کیا قیامت اس طرح کے کسی حادثے کے نتیجے میں آئے گی؟ صورت حال اس حد تک سنگین ہوگئی کہ اس معاملے میں امریکی خلائی ادارے ناسا کو مداخلت کرنی پڑی اور اس